Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

Urdu Poetic Translations of PB Shelley's *To a Skylark*

پی بی شیلی کی *To a Skylark* کے منظوم اردو تراجم

Dr. Syeda Maria Tanseer
Lecturer, Department of Urdu, Divisional Model College, Faisalabad
Correspondence Email: tanseer1969@icloud.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 23-01-2025
Accepted: 28-02-2025
Online: 17-03-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the author(s).

Abstract

"To a Skylark" is a long, famous poem by Percy Bysshe Shelley. This poem is considered one of the outstanding poems of English literature. In this article, there will be six reviews by six different translators. They all have translated this poem in their own styles. Shabnam Gorakhpuri translated P.B. Shelley's poem under the title "To a Skylark.". Syed Muhammad Yousaf Qaisar translated it as "Aik Lawy se Khitab," while Muhammad Abbas Kazmi Nisha Puri retained the original title, "Skylark." Fazal Ilahi Qureshi translated its most famous eighteenth stanza and titled it "Itminan-e-Qalb." Asar Luckhnawi translated it as "Naghma-e-Mujasam," and Syed Shakir Ali Jafri titled his translation "Papiha". All of them are fine pieces of work and very informative for Urdu readers. These translations, each of the fine effort, make Shelley's timeless poem easy to understand for Urdu readers and add value to Urdu literature. Together, they act as a bridge between cultures and are an important addition to literary heritage.

Keywords:
Urdu, Poetic Translations, PB Shelley, To a Skylark, English, Poems

ٹو اے اسکائی لارک(To A sky lark)پی۔بی شیلی(P.B Shelley)کی ایک طویل نظم ہے۔اس نظم میں ۲۱ بند ہیں اور ہر بند میں پانچ(۵)لائنیں ہیں۔یہ نظم شیلی نے جون ۱۸۲۰ء میں مکمل کی۔یہ نظم انگریزی ادب کی شاندار نظموں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ نظم شروع ہوتی ہے جہاں شاعر پرندے سے کہہ رہا ہے او بے فکر روح تمہیں سلام۔تم پرندہ تو ہو ہی نہیں تم جنت یا اُس کے آس پاس سے آئی ہو۔تمہیں اپنا گیت گانے کے لیے کسی قسم کی تیاری کی ضرورت نہیں۔تم زمین سے آسمان کی طرف اوپر ہی اوپر اڑتی چلی جاتی ہو۔ نیلے آسمان کی گہرائی میں اڑتی جاتی ہو اور تم گا رہی ہو اور اڑ رہی ہو تم ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری روشنی میں اُڑ رہی ہو۔تم کس طرح بغیر محنت کے آسمان پر تیر رہی ہو ایسا لگتا ہے کہ تمہارا جسم تو ہے ہی نہیں تم ایک روح ہو، تم آسمان کے تارے کی طرح ہو جو ابھی بھی چمک رہا

ہے لیکن نظر نہیں آ رہا تو تم بھی اُس تارے کی طرح ہو جو اڑ تو رہی ہو لیکن مجھے نظر نہیں آ رہی۔ تم اُس تیر کی طرح تیز ہو جو اُس تارے سے آ رہا ہے۔ یعنی یہاں شیلی صبح کے تارے کی بات کر تا ہے وہ تارہ جس کی روشنی بہت تیز ہے۔ وہ دن میں بہت مشکل سے نظر آ تا ہے۔ تمہاری آواز اتنی طاقتور ہے جو زمین اور ہوا دونوں جگہ پر سنائی دیتی ہے۔ تم کیا ہو ہم نہیں جانتے ہم نہیں جانتے کہ تمہیں کس سے ملایا جائے آسمان پر بننے والی قوس قزح سے بھی تمہیں نہیں بلایا جا سکتا کسی بھی بڑی سے سے بڑی خوبصورت سی چیز سے بھی تمہیں ملایا جا سکتا۔ شیلی کہتا ہے کہ جیسے ایک شاعر اپنی سوچ یا خیال کی روشنی میں چھپا ہو تا ہے اور شاعر کا کام چھپی ہوئی ہمدردی، امید اور خوف کو اپنے الفاظ سے بتانا ہے۔ یعنی یہاں شیلی اسکائی لارک کو ایک شاعر سے ملاتا ہے۔ اب شاعر اس پرندے کو ایک شہزادی سے ملا تا ہے۔ جس کی پیدائش ایک محل میں ہوئی ہو اور جو اپنے کمرے میں خود کو موسیقی سے خوش کر رہی ہو۔ اب شاعر اسکائی لارک کو ایک ایسے جگنو سے ملا تا ہے جو اندھیری گھاٹی میں چمکتا ہے۔ ہوا میں جگنو کی روشنی تو نظر آ رہی ہے لیکن جگنو خود نظر نہیں آ رہا ہے۔ بالکل اس اسکائی لارک کی طرح جس کی خوبصورت آواز تو ہے لیکن وہ خود نظر نہیں آ رہی۔ اب شاعر اسکائی لارک کو ایک گلاب سے ملاتے ہوئے کہتا ہے جس طرح ایک گلاب بڑی پتیوں کے درمیان گھرا ہو تا ہے اور جب ہوائیں اُن گلاب کی پتیوں کو اڑا دیتی ہے۔ اس سے جو خوشبو پھیلتی ہے تو وہ کسی کو بھی مدہوش کر سکتی ہے۔ اسی طرح اسکائی لارک کی آواز کو بھی ہوا پھیلاتی ہے۔ اب شاعر کہتا ہے جب ہلکی ہلکی بارش ہوتی ہے اور گھاس پر شبنم دیکھی جا سکتی ہے اور بارش کی آواز سے جتنا سکون ملتا ہے۔ اتنا ہی اسکائی لارک کی آواز سے سکون ملتا ہے۔ تم چڑیا ہو یا روح ہو، تمہارے خیالات بہت ہی اچھے اور میٹھے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے کسی کی بھی اتنی خوبصورت آواز نہیں سنی، صرف دو حالتوں میں اچھا گیت گایا جا سکتا ہے اور اچھی آواز نکلتی ہے۔ ایک تو جب کسی کو کسی سے پیار ہو تا ہے اور دوسرا جب کوئی نشے میں ہو تا ہے اُس نے شراب پی رکھی ہو۔ جب ہم خوشی سے گانا گاتے ہیں یا شادیوں میں گانا گاتے ہیں یا کسی چیز میں جیت جاتے ہیں تو اس جیت کو ہم گانا گا کر مناتے ہیں۔ لیکن جو خوشی تمہارے گانے سن کر ملتی ہے وہ اس جشن کے گانے سن کر بھی نہیں ملتی۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ جو تم ہر وقت خوشی کے گانے گاتی رہتی ہو چہچہاتی رہتی ہو اس خوشی کا راز کیا ہے۔ تمہیں کون سے کھیت نظر آتے ہیں۔ یا پہاڑ نظر آتے ہیں یا میدان یا لہریں جن کو دیکھ کر تم خوش رہتی ہو۔ قدرت میں ایسی کون سی چیز ہے کیا تمہیں کوئی دکھ نہیں؟ کیا تم ہمیشہ پیار میں ڈوبی رہتی ہو۔ تمہاری اس خوشی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ تمہارے آس پاس کبھی کوئی درد آیا ہی نہیں ہے۔ تمہاری خوشی ایک دم صاف ہے لگتا ہے یہ خوشی تمہاری اندر سے آ رہی ہے۔ تمہیں کوئی غم نہیں ہے۔ اسی لیے تمہارے منہ سے اتنے اچھے الفاظ نکلتے ہیں سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے تم نے کبھی موت کے بارے میں نہیں سوچا ہو گا۔ اس لیے تمہارے گانے ایسے ہیں جیسے ایک شفاف ماضی کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں یا مستقبل کے بارے میں اور اسی لیے ہم دکھی رہتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی بھی بڑی سے بڑی خوشی ہو۔ اس میں بھی غم چھپا ہو تا ہے۔ اگر ہم بھی نفرت، خوف اور گھمنڈ ان تینوں

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

چیزوں کو اپنی زندگی سے ختم کر دیتے اور ہم بھی ایسے بیدار ہوتے جیسا کہ تم ہو تو پھر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیسی خوشی محسوس کرتے۔ دنیا میں جتنے بھی خزانے ہیں جو کچھ بھی ہے لیکن شاعر تمہارے گانوں سے ہی متاثر ہوتا ہے اور تم سے سیکھتا۔ آخری بند میں شاعر اسکائی لارک سے درخواست کرتا ہے کہ جس طرح تم خوش رہتی ہو یہ راز تم مجھے آدھا بھی بتادو گی تو ہو سکتا ہے کہ میرے ہونٹوں سے بھی کچھ اچھے الفاظ نکل آئیں اور دنیا مجھے ایسے ہی سنے گی جیسے میں تمہیں سن رہا ہوں۔

ا۔اسکائی لارک__ شبنم گورکھپوری

شبنم گورکھپوری نے پی۔بی شیلی کی نظم ٹو۔اے اسکائی لارک(To A Sky Lark)کاترجمہ "اسکائی لارک" کے عنوان سے کیا۔ اگرچہ شبنم نے پوری نظم کاترجمہ کرتے وقت ہر شعر میں ردیف اور قافیہ کی پابندی نہیں کی لیکن پھر بھی پوری کوشش کی کہ اصل نظم کا لطف زائل نہ ہو۔ جس طرح شیلی نے اس نظم میں تشبیہات اور استعارات کو استعمال کیا، اسی طرح شبنم نے بھی بڑی خوبصورتی سے تشبیہات اور استعارات کا استعمال کیا۔ شبنم کے ترجمہ کیے ہوئے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تو کنج میں ہے ایک حسین پھول کی مانند
ڈھانکے ہوئے رہتی ہیں ہری پتیاں جس کو
اور موسم گرما کی شرربار فضائیں
کر دیتی ہیں ماحول کے دامن کو معطر
اس پھول کے مہکے ہوئے جسموں کو ہوائیں
اس طرح سے اپناتی ہیں جیسے کوئی رہزن
راہوں میں اچک لیتا ہے سیم وزر والماس[۱]

شبنم کا یہ منظوم ترجمہ اتنا لطف دیتا ہے کہ وقتی طور پر قاری یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کسی تخلیق کا ترجمہ پڑھ رہا ہے۔ کسی بھی متن کے ترجمہ کی خوبصورتی یہ ہے کہ اُس کو تحریر کرتے وقت سادہ اور آسان الفاظ اس طرح استعمال کیے جائیں جس سے قاری لطف اندوز ہو اور آسانی سے سمجھ سکے۔ شبنم نے ترجمہ کرتے وقت اس بات کا بھرپور دھیان رکھا۔ ترجمہ کا معیار پرکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اصل نظم کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ شیلی کی نظم سے بند ملاحظہ ہو:

Like a glow worm golden
In a dell of dew,
Scattering unbeholden
Its aerial hue

Among the flowers and grass, which screen it from the view.[2]

اب اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

جگنو کی طرح تیرا ابھی پیکر ہے سنہرا
جو شبنمی کہساروں کو دیتا ہے تجلی
لیکن اسے دیکھا نہیں جا سکتا فضا میں
وہ پھول میں سبزوں میں چھپا رہتا ہے شب بھر
جس وقت نظر آتی ہے اِک ہلکی سی پرواز
اس وقت گماں ہوتا ہے اے طائر افلاک
تو دور بہت دور ہے انسان کی نظر سے[۳]

نظم کے انگریزی متن اور ترجمہ کو دیکھا جائے تو شبنم نے ترجمہ تو بالکل اصل سے قریب تر کیا۔ لیکن شیلی کا یہ بند اس لیے ترجمہ سے زیادہ لطف دیتا ہے کہ اس میں شیلی نے قافیہ کے استعمال سے جو ردھم پیدا کیا اس کا اپنا ہی لطف ہے۔ اسی طرح شیلی نے قافیہ کے ساتھ تشبیہ کا استعمال کر کے بھی بند میں جان ڈال دی۔ شبنم نے بھی جگنو کی تشبیہ استعمال کی۔ شیلی نے جگنو کی جگہ سنہری چمکتا ہوا کیڑا استعمال کیا۔ ظاہر ہے چمکتا کیڑا یقیناً جگنو ہی ہے۔

پروفیسر مسعود حسین لکھتے ہیں:

”ہر چند کہ شیلی کی نظموں کا ترجمہ بلینک ورس میں ہے اور کس قدر آزاد بھی ہے لیکن ہر مصرع میں شعریت کا احساس ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ (شبنم گورکھپوری) مترجم کے فرائض ہی نہیں ادا کر رہے بلکہ آپ کا ذہن تخلیقی عمل میں بیک وقت مصروف ہے۔ شعر کا ترجمہ اس سے زیادہ متن کے قریب نہیں لایا جا سکتا۔“[۴]

شبنم گورکھپوری نے بڑی عرق ریزی سے ترجمہ کیا۔ شیلی کی یہ نظم انگریزی ادب کی بہترین نظموں میں شمار کی جاتی ہے اور اس خوبصورت نظم کا ترجمہ کر کے شبنم گورکھپوری نے نہ صرف اردو ادب پر احسان کیا بلکہ اُردو قاری پر بھی یہ منظوم ترجمہ کر کے احسان کہ وہ شیلی کی اس نظم سے لطف اندوز ہوئے۔

شبنم گورکھپوری کا ایک اور بند کا کیا ہوا ترجمہ دیکھیے:

تو ہوش میں پابند کے عالم میں ہو لیکن
مرنے کا خیال آتا ہے ہر حال میں تجھ کو

یہ زندہ حقیقت ہے کہ موت آئے گی اِک دن
پھر وہم و گماں میں ہے کیوں انسان پریشان
یہ کیسا تسلسل ہے ترے نغموں میں پنہاں
جو چشموں کے مانند رواں اور دواں ہے
کیا تیرے تصور میں نہیں موت کی الجھن[۵]

ترجمہ انتہائی پیچیدہ عمل ہے۔ کسی بھی زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کرنا اور بالخصوص شاعری کا منظوم ترجمہ نہایت مشکل فن ہے۔ شبنم گورکھپوری نے اس مشکل فن کو بڑی کامیابی سے سرانجام دیا ہے۔ شبنم نے ترجمہ کرتے وقت اپنے تخیل کا بخوبی استعمال کیا اور الفاظ کا چناؤ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا ہے کہ وہ اصل کے قریب تر رہیں۔ اس بارے پروفیسر عتیق احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> "اوّل تو اپنے طویل مقدمہ میں آپ (شبنم گورکھپوری) نے جس طرح شیلی اور اس کی شاعری کا تعارف کرایا ہے۔ وہ اردو ادب میں یقیناً اضافہ ہے پھر اس کی شاعری میں ڈوب کر اس کے جسم و روح کو جس طرح اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ وہ قابلِ صد تعریف ہے۔ لطف یہ ہے کہ آپ نے ترجمہ کو نہ صرف لفظ لفظ قریب تر رکھا ہے بلکہ جہاں جہاں آپ کے شاعرانہ اضافوں نے اس کو اردو کے مزاج سے بھی قریب تر کر دیا ہے اور جو رواں بحریں اس ترجمے کے لیے آپ نے اختیار کیں وہ بھی اس کی دلچسپی میں اضافہ کرتی ہیں۔"[۶]

شیلی کی پوری نظم کا منظوم ترجمہ شبنم گورکھپوری نے بڑی مہارت سے کیا ہے۔ بعض مقامات پر شیلی کے تخیل اور اپنے تخیل کے ملاپ سے ترجمہ کو اصل سے زیادہ خوبصورتی بخشی ہے۔

۲۔ایک لوے سے خطاب ــــ سیّد محمد یوسف قیصر

پی۔بی شیلی کی نظم ٹو اے اسکائی لارک(To A Sky Lark)کا ترجمہ قیصر نے "ایک لوے سے خطاب" کے عنوان سے کیا۔ یہ ایک منظوم ترجمہ ہے۔ باوجود کوشش کے مترجم کے بارے میں معلومات نہ مل سکیں۔ چونکہ انہوں نے شیلی کی اس پوری نظم کا ترجمہ کیا، اس لیے اس کو شامل مقالہ کرنا بھی ضروری تھا۔ قیصر نے ترجمہ کرتے وقت قافیہ اور ردیف کا استعمال کیا اور شیلی کی طرح تشبیہ اور استعارات کا استعمال بھی کیا۔ ان کے ترجمہ کیے ہوئے اشعار کافی حد تک اصل کے قریب ہیں۔ قیصر کا ترجمہ کیے ہوئے ابتدائی دو بند ملاحظہ ہوں:

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

خیر مقدم کر رہا ہوں تیری روح خوش نصیب
چوم لوں تیرے پروں کو آئے جو میرے قریب
تجھ کو کہہ دینا پرندہ بے وقوفی کی بات ہے
کیونکہ تو رکھتا ہے وہ جذبات اور وہ حسیّات
نغمہٗ ہائے مختلف سے کرتا ہے ظاہر جنھیں
آسماں کے پاس سے تو قدرتی انداز میں
اُونچا ہوتا ہے زمین سے بن کے اثر آتشیں
اور پھر نیلے فلک پر جاتا ہے اُڑ کر کہیں
جب کبھی اُڑتا ہے تو گاتا ہے کس انداز سے
اور کبھی گاتا ہے تو اڑتا ہے کس انداز سے[۷]

قیصر نے ترجمہ کرتے وقت الفاظ کے چناؤ کا خیال رکھا ہے، سادہ اور آسان الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اگرچہ ترجمہ بہت سادہ تو نہیں لیکن اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اصل سے قریب رہے۔ قیصر کے ترجمہ کے معیار کو سمجھنے کے لیے اصل نظم کا بند ملاحظہ ہو:

Sound of vernal shower
On the twinkling grass,
Rain awakened flowers,
All that ever was Joyous,
and clear,
and fresh, the music doth surpass [8]

اب اسی بند کا قیصر کا کیا ہوا منظوم ترجمہ دیکھیے:

چشمہ سے نکلے ہوئے پانی کے قطروں کی صدا
جو زیادہ کر رہی ہے گھاس پر اپنی ضیا
پھول وہ جو بعد بارش کے تر و تازہ ہیں سب
صاف تازہ خوشنما چیزیں کبھی تھیں لیکن اب
راگ تیرا جو کہ ان چیزوں سے رغبت لے گیا
اس کو یوں سمجھو کہ اِک نعمت ہے جس کو دے خدا[۹]

ترجمہ کرتے وقت مترجم اصل تخلیق کار کے دل و دماغ تک مکمل طور پر رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کی سوچ اور تخیل کو قریب قریب جانچ سکتا ہے۔ قیصر نے بھی ترجمہ کرتے وقت شیلی کے تخیل کو ذہن میں رکھ کر ترجمہ کیا۔ بعض بند کا ترجمہ تو بہت اصل کے قریب تر ہے اور بعض میں اپنے اور شیلی کے تخیل کے ملاپ سے ترجمہ کیا۔ کچھ تشبیہات تو ہو بہو شیلی سے لیں کچھ تشبیہات اصل سے ملتی جلتی اپنے ہی الفاظ میں استعمال کیں۔

۳۔ اسکائی لارک ــــ محمد عباس کاظمی نیشاپوری

شیلی کی نظم "ٹو اے اسکائی لارک" کا منظوم اردو ترجمہ محمد عباس کاظمی نیشاپوری نے "اسکارئی لارک" کے عنوان سے کیا ہے۔ انھوں نے مکمل نظم کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اصل نظم کے خیال کو مستعار لے کر شعر کا جامہ پہنایا۔ انہوں نے اکیس (۲۱) بند پر مشتمل اس نظم کو مختصراً بیان کیا۔ انہوں نے پہلے اور آخری بند کے خیال کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ اُن کے کیے ہوئے ترجمہ کے ابتدائی اشعار دیکھیے:

پرندہ نہیں تو ہے اِک روشن
تیرے دم سے بیدار دنیا کا گلشن
نکلتے ہیں تیرے گلے سے وہ نغمے
تعجب میں پڑ جاتے ہیں جن کو سن کے
سنو سننے والو صدا دے رہے ہیں
محبت کا تیری پتہ دے رہے ہیں
فضاؤں میں پرواز تیری ہمیشہ
سدا آسمانوں پر آواز تیری[۱۰]

محمد عباس کا یہ ترجمہ باقاعدہ طور پر شیلی کی نظم کا ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے شیلی کے خیال کو اپنے الفاظ میں ڈھالا ہے۔ ان کی اس نظم کے آخری چند اشعار دیکھیے:

ہمیں بھی سکھا دے کوئی وہ طریقہ
نظر آئے جس میں مسرت کا چہرہ
اگر تیری الفت کو ہم ڈھونڈ پائیں
تو خوش ہو کے اس کو گلے سے لگائیں
ترانوں میں تیری وہ شیرینیاں ہیں

فدا جس پہ دنیا کی رنگینیاں ہیں[۱۱]

محمد عباس نیشاپوری کا یہ ترجمہ شیلی کی نظم کا ترجمہ کم مرکزی خیال زیادہ ہے جس کو پڑھ کر قاری زیادہ لطف اندوز نہیں ہوتا۔

۴۔اطمینانِ قلب__ فضل الٰہی قریشی

پی۔بی شیلی کی نظم To A Sky Lark کے اٹھارھویں بند کو انگریزی ادب میں اہم مقام حاصل ہے۔ فضل الٰہی نے شیلی کے صرف اس مشہور بند کا ہی ترجمہ کیا ہے۔ شیلی کا یہ بند دیکھیے:

We look before and after,
And pine for what is not:
Our sincerest laughter
With some pain is fraught;
Our sweetest songs are those that tell of saddest thought

اب اس بند کا ترجمہ دیکھیے جو فضل الٰہی قریشی نے کیا:

ڈالتے ہیں ہم نگاہِ حسرت آگیں گردوپیش
اور طلب کرتے ہیں وہ شے جو ہمیں حاصل نہیں
یہ ہماری بزلہ سنجی یہ ہمارے قہقہے
باطناً اندوہ حیرت کے سوا کچھ بھی نہیں
ہیں ہماری جس قدر دلچسپ نظمیں اور گیت
وہ سراپا درد ہیں، دلسوز اور اندوہ گیں
رنج و حرماں سے جہاں میں کوئی گھر خالی نہیں
ہم کو دنیا میں میسر فارغ البالی نہیں[۱۳]

فضل الٰہی قریشی نے الفاظ کا چناؤ اور شیلی کے ساتھ ساتھ اپنا تخیل شامل کر کے ترجمہ کو پُر لطف بنادیا ہے اور شیلی کی نظم کا مفہوم پھیلاؤ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس بند کو ''اطمینانِ قلب''کا اچھوتا عنوان دیا ہے۔

۶۔نغمہ مجسم__ اثر لکھنوی

پی۔بی شیلی کی مشہور نظم ''To A Skr Lark''کا منظوم ترجمہ اثر لکھنوی نے ''نغمہ مجسم'' کے عنوان سے کیا۔انھوں نے یہ ترجمہ شیلی کی پوری نظم یعنی اکیس (۲۱) بندوں کا ترجمہ کیا۔

اثر لکھنوی کے ترجمہ کیے ہوئے چند اشعار دیکھیے:

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

وقتِ غروب یہ ہے خورشید کی تجلی
یا دامن شفق میں ہے اِک سنہری بجلی
معمورِ نورِ بادل چھائے ہوئے ہیں جس پر
ہوتا ہے توشناور اس روشنی کے اندر
مثل نشاط مطلق جسمانیت سے خالی
تکمیل بے مثالی؟ تکمیل خوش جمالی
جالانیوں کا جس کی آغاز ابھی ہوا ہے
اِک شوق کا جس کی آغاز ابھی ہوا ہے
اکِ شوق بے نہایت گم کردہ مدعا ہے
وہ شام ہلکی اودی اور اس میں تلملے سے
پرواز سے جو تیری پگھلی ہے گرد تیرے[۱۴]

اثر لکھنوی نے ترجمہ کرتے وقت قافیہ کا خیال رکھا ہر شعر میں قافیہ کی پابندی کی۔ انہوں نے مشکل اور آسان ہر دو قسم کے الفاظ کا چناؤ کیا۔ ترجمہ تھوڑا پیچیدہ ہے۔ اس کو پڑھتے ہوئے قاری سمجھنے میں تھوڑا وقت لیتا ہے۔ یعنی عام قاری اس ترجمہ سے لطف اندوز نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کچھ الفاظ کافی مشکل ہیں۔

شیلی کی نظم سے ایک بند ملاحظہ ہو:

Like a poet hidden
In th light of thought,
Singing hymns unbidden,
Till the world is wrought
To sympathy with hopes and fears if heeded not[15]

اس بند کا ترجمہ ملاحظہ ہو جو کہ اثر لکھنوی نے کیا:

ہوتی ہے تجھ سے جیسی موسیقی کی ترارش
رعنائیوں میں ڈوبی تابانیوں کی بارش
شاعر نہاں ہو جیسے تخیل کی ضیا من
لفظوں سے بے تکلف نغموں کی کرنیں پھوٹیں[۱۶]

اثر لکھنوی نے اگرچہ ترجمہ کافی حد تک اصل کے قریب تر کیا ہے لیکن شیلی کے ساتھ ساتھ اپنے تخیل کا بھی رنگ بھر دیا ہے۔ پوری نظم کا ترجمہ پڑھا جائے تو کچھ اشعار تو بالکل اصل کے قریب تر ہیں لیکن کچھ کے مفہوم کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ بھی ایک مترجم کا کمال ہے کہ اتنی طویل نظم میں قافیہ اور ردیف کا خیال رکھا جائے اور نظم کا لطف بھی نہ جائے۔ اثر لکھنوی نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ شاید ہی ایک یا دو اشعار ہوں گے جن میں قافیہ یا ردیف کی پابندی نہ کی گئی ہو۔

۷۔ پپیہا ـــ سید شاکر علی جعفری

پی۔بی۔ شیلی کی نظم ٹواے اسکائی لارک(To A sky lark)کا اردو میں منظوم ترجمہ شاکر علی جفری نے "پپیہا" کے عنوان سے کیا۔ شیلی کی اس پوری نظم کا شاکر علی نے ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے اکیس کی بجائے تیرہ بند کا ترجمہ کیا۔ انھوں نے شیلی کی پانچ لائنوں کا ترجمہ پانچ لائنوں پر مشتمل ہے۔ سید شاکر علی جعفری نے بھی شیلی کی طرح مختلف تشبیہات اور استعارات کا استعمال کیا۔ ان کے ترجمہ کیے ہوئے پہلے دو بند ملاحظہ ہوں:

اے پپیہے، اے سروش سرخوشی!
کس قدر دلکش ترا یہ ساز ہے
عرش کی کوئی سریلی بانسری
فرش پر یا زمزمہ پرواز ہے
یا میرے ہی دل کی تو آواز ہے
ہاں بلند ، اے طائر رفعت پسند
ہم صغیر طائر فکرِ رسا
پیکر پرواز و آواز اوج مند
یوں ہی اڑتا جا تو یونہی گاتے جا
آگ سینوں میں لگادے مطربا! [۱۷]

ترجمہ کرتے وقت شاکر علی نے کہ تو اتنے آسان الفاظ کا چناؤ کیا کہ ہر قسم کا قاری اس سے لطف اندوز ہو سکے اور نہ ہی اتنے مشکل الفاظ کا استعمال کیے کہ الفاظ کے الجھاؤ میں الجھ کر رہ جائے اور مفہوم سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔ شاکر علی نے اس نظم کے عنوان کا ترجمہ انوکھا کیا جو کہ اصل سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس سلسلے میں وہ خود کہتے ہیں:

"میں نے "اسکائی لارک" کا ترجمہ "پپیہا" کیا ہے جو میں جانتا ہوں کہ غلط ہے مگر ایک تو اسکائی لارک ہماری آب و ہوا میں نہیں پایا جاتا اور ہم اس سے ناواقف ہیں اور دوسرے یہ کہ اس سے ملتے جلتے پرند، مثلاً کوا، چنڈول وغیرہ جیسے الفاظ میں کوئی شعری لطافت و جاذبیت نہیں ہے۔ جب کہ "پپیہا" ہماری روایاتِ شاعری میں ایک رومانی تاثر کا حامل ہے اور جس کی "پی کہاں!" میں سوز و سرور کی عجیب کیفیت ہے۔"[۱۸]

سید شاکر علی جعفری کے کیے ہوئے ترجمے کی نوعیت کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اصل نظم کا بھی مطالعہ کریں۔ اصل نظم سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

Like a high-born maiden
In a palace tower,
Soothing her love-laden
Soul in secret hour
With sweet music as love, which overflows her bower [۱۹]

اب اسی اسٹینزا کا ترجمہ دیکھیے جو کہ سیّد شاکر علی جعفری نے کیا۔

یا وہ افسانوں کی شہزادی ہے تو
تک رہی ہے جو کسی دلبر کی راہ
اپنے زخم دل کی ہے فکر رفو
اک غزل کی ڈھونڈ لیتی ہے پناہ
نغمۂ شیریں میں ڈھل جاتی ہے آہ [۲۰]

سیّد شاکر علی جعفری یہ ترجمہ اصل سے بالکل قریب تر رہ کر نہیں کیا۔ بلکہ بعض مقامات پر تو ایسا لگتا ہے کہ وہ شیلی کے خیال تک صحیح معنوں میں نہیں پہنچ پائے۔ اگر ان کے ترجمہ کیے ہوئے تمام بند کو پڑھا جائے تو یہ بات تو واضح ہے کہ عام قاری ان کے اس ترجمہ سے زیادہ محظوظ نہیں ہو گا کیونکہ انہوں نے آسان پیرائے میں ترجمہ نہیں کیا۔

پی۔ بی شیلی کی مشہور انگریزی نظم "ٹو اے اسکائی لارک" (To A Skry Lark) کا اردو میں منظوم ترجمہ چھ مترجمین نے کیا۔ شبنم گورکھپوری، سیّد محمد یوسف قیصر اور اثر لکھنوی کے اس پوری نظم کا منظوم ترجمہ کیا۔ جو کہ ۲۱ بند پر مشتمل ہے۔ لیکن محمد عباس کاظمی نیشاپوری نے اس کے تین بند کا ترجمہ کیا بلکہ ترجمہ نہیں کیا ان بند کو مرکزی خیال اور اردو زبان کا جامہ پہنایا اور فیصل الٰہی نے شیلی کے مشہور اٹھارہویں بند کا ترجمہ کیا اور سید شاکر علی جعفری نے تیرہ بند کا ترجمہ کیا۔ تمام مترجمین نے اپنے اپنے اعتبار سے بہت محنت اور جانفشانی سے ترجمہ کیا۔ سب کے تراجم کا مطالعہ کیا جائے تو وہ الگ الگ لطف دیتے ہیں لیکن شبنم گورکھپوری نے سب سے بہترین اور قریب

تر ترجمہ کیا اس کے بعد سید محمد یوسف قیصر کا ترجمہ بھی بہت لطف دیتا ہے۔ شبنم گورکھپوری نے "اسکائی لارک" سیّد محمد یوسف قیصر نے "ایک لوے سے خطاب" اور اثر لکھنوی نے "نغمہ مجسم" کے عنوانات سے تراجم کیے۔ جب کہ سید علی جعفری نے "پپیہا" کا عنوان دیا۔

حوالہ جات

۱۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، مرتبین: اشفاق احمد عمر، فردوسیہ خاتون، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶۹

۲۔ ایضاً، ص ۱۶۲

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۴۔ مسعود حسین، پروفیسر، فلیپ، بادۂ مغرب از شبنم گورکھپوری

۵۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، ص ۱۷۱

۶۔ عتیق احمد صدیقی، پروفیسر، فلیپ، بادۂ مغرب از شبنم گورکھپوری

۷۔ احسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ دوم، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۶

۸۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، ص ۱۶۳

۹۔ احسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ دوم، ص ۱۹۸

۱۰۔ احسن الدین، احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ سوم، جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۸۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۸۴

۱۲۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، ص ۱۶۴

۱۳۔ احسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ چہارم، مئی ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۳

۱۴۔ احسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ ہفتم، جون ۱۹۷۹ء، ص ۵۴۔۵۵

۱۵۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، ص ۱۶۲

۱۶۔ احسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ ہفتم، ص ۵۵

۱۷۔ شاکر علی جعفری، سید، انگریزی شاعری کی ایک جھلک (چاسر سے ایلیٹ تک)، کراچی: نیووے پبلشرز، جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۵۰

۱۹۔ شبنم گورکھپوری، بادۂ مغرب، ص ۱۶۲

۲۰۔ شاکر علی جعفری، سید، انگریزی شاعری کی ایک جھلک (چاسر سے ایلیٹ تک)، ص ۱۵۲۔۱۵۳

21. TRANSLATIONS OF POETRY: STANDARD & PROBLEMS | Taṣdīq
22. LIMITATIONS OF RHYMED TRANSLATION AND COMPREHENSION OFGHALIB'S THOUGHT | Taṣdīq